بہن بیٹیوں کے وراثتی حصے

نہ دینے کا انجام

اعداد وتقدیم

مسرور احمد الفیضی

شعبۂ نشر واشاعت

مرکز الاغاثۃ الخیری

علیگڑھوا ۔ پوسٹ پچنگواں ضلع سدھارتھ نگر یوپی (الہند)

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا (سورۃ نساء: ۷)

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء)

حدیث رسولؐ: من تشبہ بقوم فہو منہم (ابوداؤد)

- حقوق العباد ظلم کی بھٹی میں !!!
- مشترکہ خاندانی نظام حقوق العباد کے ساتھ ظلم عظیم ہے۔
- حدود اللہ پہ سرہلانا موجب قتل ہے۔
- جہیز کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے۔
- جہیز حقوق نسواں کی حق تلفی ہے۔
- جہیز زناکاری وعیاشی کا دعویدار ہے۔
- بارات جھوٹ اور دن دہاڑے ڈکیتی کا نام ہے۔
- میراث کی عدم ادائیگی گناہ کبیرہ ہے۔
- میراث کا نہ دینا حقوق نسواں کی پامالی ہے۔
- میراث سے عورتیں محروم کیوں ؟
- علماء میرث کے مسائل میں خاموش کیوں ؟
- علم وسمجھ کے باوجود علماء کا جہنم کی طرف پیش قدمی کیوں؟

حقوق انسانی کا علمبردار ۔ مرکز الاغاثہ الخیری

خادم : ابوالکلام مرکز الاغاثہ الخیری، علیگڑھوا، سدھارتھ نگر (یوپی)

بسم الله الرحمن الرحيم

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا

(سورہ نساء:۷)

جس طریقہ سے مردوں کا میراث میں سے حصہ ہوتا ہے اسی طریقہ سے عورتوں کا بھی حصہ ہوتا ہے۔

بہن بیٹیوں (عورتوں) کے وراثتی حصے

(اللہ کے مقرر کئے ہوئے واجب الادا فریضے ہیں)

نہ دینے کا انجام

اعداد و تقدیم

مسرور احمد الفیضی

شعبہ نشر و اشاعت

مرکز الاغاثۃ الخیری علی گڑھوا، پوسٹ پچنگواں

ضلع سدھارتھ نگر یوپی پن کوڈ ۲۷۲۲۰۲

فون نمبر: 05544-261506, 261691

اہم سوال

- ☆ اسلام میں میراث کی اہمیت
- ☆ اسلام میں مشترکہ خاندانی نظام کا تصور
- ☆ موجودہ مشترکہ خاندانی نظام کے فائدے ونقصانات
- ☆ میراث کے نظام کو تعطل کرنے سے نقصانات وفائدے
- ☆ اسلام میں ارتکاز دولت اور انتقال ملکیت کا تصور
- ☆ انتقال ملکیت کسی قوم کی تہذیب وترقی کا مکمل جزء ہے
- ☆ میراث انتقال ملکیت کا ممکن دستور ہے
- ☆ میراث ایک غیر اختیاری انتقال ملکیت ہے
- ☆ میراث شریعت اسلامیہ کا آدھا علم ہے۔
- ☆ میراث میں عورتوں کا حصہ، ماں، بہن، بیٹی، بیوی
- ☆ بیٹی کو جہیز دینے سے میراث ختم ہو جاتا ہے۔
- ☆ کیا دادا کی جائداد میں پوتے کا حصہ؟
- ☆ کیا ورثہ وعصبہ ہونے کے باوجود بھائی، بہنوں کا حصہ؟
- ☆ میراث کا نفاذ ''خود کفیلی یا بدحالی؟
- ☆ نفاذ میراث محبت یا عداوت؟
- ☆ میراث کی عدم ادائیگی شرک یا کفر؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداو مصلیاً اما بعد! یہ کتابچہ باجازت مصطفیٰ الکٹرانک مئوحاضر خدمت ہے قلت وقت کی وجہ سے اپنی کوئی تالیف نہ پیش کرسکا، جس سے کہ دل و دماغ کی ترجمانی ہوتی پھر بھی انشاءاللہ موضوع کی وضاحت ہوگی جو کہ میراث کی اہمیت وافادیت کے اکثر گوشوں کو محیط ہے۔

وراثت کے عدم ادائیگی کی وجہ سے ''مشترکہ خاندانی نظام'' مادیت کا لبادہ اوڑھے ہوئے دہریت اور کفر کا دعوے دار ہے اکثر گھر اس سے خالی ہیں چاہے اہلحدیثوں کے ہوں یا دیوبندیوں یا بریلویوں کے۔

اتنے ہی پر بس نہیں ہے بلکہ علماء نے لفظ ''جہیز'' ایک لعنت کہہ کر کے میراث کو کلعدم قرار دیا ہے، جو کہ انسانی مساوات کی جڑ وبنیاد ہے اس پر کسی کے یہاں نہ تبلیغی پروگرام ہے اور نہ جلسے اور نہ ہی کانفرنسیں وسیمینار جب کہ حقوق العباد واجب اور لازم ہے جیسے کہ آیت کریمہ ''وماخلقت الجن و الانس الا لیعبدون '' کیونکہ وراثت انتقالِ ملکیت کا مکمل دستور ہے اور زکوۃ انتقال ملکیت کا جزوی پہلو ہے جیسا کہ قرآن مجید کی آیتیں دال ہیں ''آبـاؤکم و ابـناؤکم لاتـدرون ایهم اقرب لکم نفعا فریضة من اللّٰه ان اللّٰه کـان علیما حکیما ''(سورہ نساء) تمہیں یہ نہیں معلوم کہ تمہارا باپ اور تمہاری اولادیں زیادہ نفع بخش ہیں اللہ کی طرف سے یہ اٹوٹ فیصلہ ہے بیشک اللہ تعالیٰ حکمت والا اور جانکار ہے اس کا عامل نہ ہونا بھی گناہ کبیرہ ہے بلکہ اللہ کے حکیم اور علیم ہونے سے صاف انکار ہے۔

آج دنیا کی تمام تر طاغوتی قوتیں اپنے چنگل پھیلائے ہوئے مسلمانوں

کو مادیت کا شکار بناتے ہوئے سود و بیاج کے بانکپن پیش کر رہی ہیں پوری قوم
اس کی طرف نہایت تیزی سے بڑھ رہی ہے تصور آخرت ذہنوں سے غائب ہے
آئے دن لڑکیوں کے نام فکس کیا جا رہا ہے تا کہ سن بلوغ کے وقت غیر مسلم رسم و
رواج کے ساتھ شادی کر دی جائے عمر کی زیادتی کی وجہ سے زنا کے دروازے کھل
رہے ہیں مہنگی شادی کے نام سے بھیک مانگنے کی وبا پھیلتی جا رہی ہے جب کہ علماء
یہ کہتے ہیں کہ یہ درست ہے، یہ اللہ کی طرف سے لعنت ہے جس میں ہر خاص
و عام شریک ہے۔

میراث انتقال ملکیت غیر اختیاری ہے جو خود بخود ورثہ کی طرف منتقل
ہو جاتی ہے کسی کو معاف کرنے اور کرانے کا حق حاصل نہیں ہے چاہے عورت
ہوں یا مرد ساتھ ہی ساتھ یہ وبا عام ہے کہ باپ لڑکیوں کو عاق کر کے سارا مال
لڑکوں کو اپنی زندگی میں دیدیتے ہیں اس کا جواز قرآن وحدیث میں کہیں نہیں ہے
خاص طور سے علماء بھی ایسے فیصلے صادر فرماتے ہیں جس کا اسلام کے قانون عدل
سے کوئی تعلق نہیں ہے ہم لوگوں کے نزدیک احسان کا فارمولہ یہ ہے کہ باپ کی
زندگی میں اس کی جائیداد کا بٹوارہ کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ والدین کے ساتھ
حسن سلوک کرو۔ افسوس صد افسوس جس قانون عدل کو عملی جامہ پہنانے کی
صورت میں قومیں اسلام قبول کر رہی تھیں۔

سراجی پڑھنے کے بعد جامعہ سلفیہ بنارس کی زندگی میں سوچنے پر مجبور ہوا
کہ ہم سب اسلام کی کھلی تصویر ہیں اس لئے کہ قانون وراثت کو علماء دانشمند اہل
مدارس نے چھوا ہی نہیں، سلفیہ سے مکہ مکرمہ تک یہی بحث جاری رہی مرکز الاغاثۃ
الخیری کے تحت ۱۹۹۸ء ۲۰۰۱ء ۲۰۰۵ء تین کانفرنسیں کرائی گئیں اور ایک

انعامی مقابلہ نوجوان علماء کچھ سمجھنے اور عمل کو تیار ہوئے اور کچھ لوگوں نے تو اپنی
بہنوں کو کماحقہٗ حصہ دیا ان کے اس عمل سے کچہری کا رجسٹرار ششدر رہ گیا اور کہا
کہ آپ جیسے نوجوان ہر گاؤں میں ہو جائیں تو آئے دن لڑکیوں کے جلنے کٹنے
زہر خوری کے واردات نہ ہوں گے سارا معاشرہ پاک صاف ہوگا شادیاں سادی
ہوں گی، اسلام نے مردوں کو چار اور عورتوں کو آٹھ طریقے سے ملکیت کے
بٹوارے کا حکم دیا ہے اس سے عورتیں پورے سماج میں ایک بٹہ دو کی حصہ دار
ہوں گی معاشرے کا ہر فرد خود کفیل ہوگا۔

جس قانون وراثت پہ عمل کر کے مسلمان کے ہر بچے کو خود کفیل ہونا تھا
اس پر سندھی و مارواڑی کا بچہ عمل کر کے خود کفیل ہو رہا ہے اقتصاد کی منڈی پہ ان
کا قبضہ ہے افسوس صد افسوس دین کے ٹھیکیدار علماء ان کو حساب اور میتھ سے کچھ
لینا دینا نہیں ہے جب کہ وراثت کا بٹوارہ بلا حساب کے ہو ہی نہیں سکتا ہے۔

مرکز الاغاثۃ الخیری اس فریضہ کے احیاء کیلئے رواں دواں ہے اللہ سے
دعا ہے کہ ہم سب کو عمل کرنے کی کلی توفیق عطا فرمائے۔

وما توفیقی الا باللہ

ابوالکلام سلفی

علیگڈھوا، سدھارتھ نگر

۲۰۰۶/۱۲/۱۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداو مصلیاً اما بعد!

یہ ایک عام رواج بن چکا ہے کہ لوگ اپنی بہن بیٹیوں کو میراث میں ان کا جو حصہ بنتا ہے وہ انھیں دیتے نہیں ہیں اور نہ ہی اس کو وہ ضروری خیال کرتے ہیں کیونکہ ان کے حقوق کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہوتی ہے اور یہ ایک عام تصور پایا جاتا ہے کہ بہن بیٹیاں اگر اپنا حق اور حصہ لے لیتی ہیں تو پھر انکا کوئی حق انکے بھائیوں کے مال میں نہیں رہ جاتا ہے اسی تصور کے تحت بہن بیٹیاں اپنے وراثتی حق اور حصے کے لینے اور اسکا مطالبہ کرنے سے ڈرتی ہیں۔ حالانکہ یہ ایک باطل تصور ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو دوہرا حصہ دیا ہے کہ ایک حصہ تو اپنی ذات پر اور اپنی بیوی بچوں پر خرچ کریں اور دوسرے حصہ میں سے اپنے اوپر بھی خرچ کریں اور اپنی بہن بیٹیوں پر بھی خرچ کریں یعنی مردوں کو جو اضافی حصہ دیا گیا ہے وہ رہے گا تو مردوں کے تصرف واختیار میں لیکن اس کے فیض سے عورتوں کو محروم نہیں رکھا جائیگا گویا وہ اضافی حصہ مرد وعورت دونوں کا مشترکہ حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر برتری اسی لئے دی ہے کیونکہ وہ اپنے مال عورتوں کے اوپر خرچ کرتے ہیں جیسا کہ فرماتا ہے ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ أَنْفَقُوْا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ (سورہ نساء/۳۴) یعنی اللہ تعالیٰ مردوں کو عورتوں پر نگراں بنا کر انھیں

برتری محض اس لئے دی ہے کہ وہ اپنے مال ان عورتوں پر خرچ کرتے ہیں اس لئے عورتیں اگر اپنا وراثتی حصہ لے لیتی ہیں تو ان کے بھائیوں کے مال میں انکا حصہ وحق ختم نہیں ہوجاتا بلکہ باقی رہتا ہے البتہ وہ اسے لے نہیں سکتیں۔

اسی طریقہ سے لوگ اپنے بیٹیوں کو ذرا ذرا سی بات پر ناراض ہوکر اسے نافرمان قرار دیتے ہوئے عاق کردیتے ہیں اور انھیں اپنے مال اور میراث سے محروم کرنے کا اعلان کردیتے ہیں اور ان سے برأت کا اظہار کرتے ہیں اور قطع تعلق کرلیتے ہیں جبکہ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ ﴿يَقْطَعُوْنَ مَآ أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ أَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ أُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ﴾ (سورہ الرعد آیت نمبر ۲۵) یعنی جو لوگ اللہ کے قائم کئے ہوئے رشتوں کو خواہ وہ بھائی بہنوں کا رشتہ ہو یا باپ بیٹے کا کاٹ دیتے ہیں اور کاٹے رکھتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے رشتوں کو اور اسکے علاوہ دوسرے رحمی رشتوں کو جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے اور اپنے اس قطع تعلق کے ذریعہ اللہ کی زمین میں فساد برپا کرتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں کہ جنکے لئے دنیا کے اندر بھی لعنت برستی ہے اور ایسے لوگوں کا انجام اخیر بھی بہت برا ہوتا ہے اور آخرت کے اندر بھی ایسے لوگوں کیلئے بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔

لہٰذا بھائی بہنوں کے رشتوں کو کاٹنا اور کاٹے رکھنا اور اولاد کے رشتوں کو کاٹنا اور کاٹے رکھنے سے جو فساد پیدا ہوتا ہے اسکی بنا پر آدمی کے اوپر لعنت برستی

ہے اور ایسے لوگوں کیلئے آخرت میں بھی بہت برا ٹھکانہ (جہنم) ہے جیسا کہ اللہ
کے رسول ﷺ کا فرمان ہے (لا یدخل الجنة قاطع رحم
(الحدیث) یعنی رشتوں ناطوں کو توڑنے وکاٹنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

اس طریقہ سے آدمی اپنی جہالت، نادانی، لاعلمی کی وجہ سے خود کو بھی
ہلاک وبرباد کرتا ہے اور اپنے اہل وعیال کو تباہی وبربادی کا شکار بناتا ہے جبکہ اللہ
تعالیٰ کا واضح حکم ہے کہ ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا قُوا اَنفُسَکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا
النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَیْھَا مَلآئِکَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ
اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْن﴾ (سورہ تحریم/۶)

یعنی اے وہ لوگو جو خود کو مومن کہتے ہو اور ایمان والا ہونے کا دعویٰ
کرتے ہو اپنے آپکو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ کیونکہ اسکا
ایندھن انسان اور پتھر ہی ہونگے اور اسپر ایسے سخت دل قسم کے فرشتے مقرر کئے
گئے ہیں جو بہت مضبوط اور طاقتور ہیں جو اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتے
اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ انہیں حکم دیتا ہے اسی کے مطابق ہی وہ عمل کرتے ہیں۔

آدمی اپنی جہالت، نادانی، اللہ ورسول کے احکام وفرامین نہ جاننے یا
جان بوجھ کر اس سے اعراض وغفلت کی بنا پر یہ سارے تصرفات کرتا ہے اور علماء
حضرات بھی اس جانب کوئی توجہ نہیں دیتے جبکہ فروعی مسائل لے کر آپس میں
ایک دوسرے کے خلاف خوب بحث ومباحثے اور تقریریں کرتے ہیں اور لفظی داؤ

پیچ کا استعمال کرتے ہیں لیکن وہ بنیادی احکام وفرامین جن سے آدمی کی دنیا
وآخرت کا انجام وابستہ ہے اس کی جانب کسی کی توجہ نہیں جاتی جیسے شرک جس کے
بارے میں اللہ تعالیٰ نے کھلے الفاظ میں بیان کردیا ہے کہ ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ
اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَالِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ﴾ (سورہ
نساء/ ۴۸، ۱۱۰) یعنی جو شخص بھی اللہ کے ساتھ کسی قسم کا شرک کریگا اللہ تعالیٰ اسکو
کسی بھی حالت میں معاف نہیں کریگا اسکے علاوہ جس کو چاہے گا معاف
کردیگا۔ نیز فرمایا کہ ﴿اِنَّهٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ
الْجَنَّةَ وَمَاْوَاهُ النَّارُ﴾ (سورہ المائدہ/۷۲) کیونکہ جو شخص شرک کرلیتا
ہے اس شخص پر اللہ تعالیٰ جنت کو حرام کردیتا ہے، اور لامحالہ اس کا ٹھکانہ جہنم کی
آگ ہوگی۔

یہی معاملہ وارثوں کے حقوق اور حصوں کا بھی ہے۔ جس کے بارے میں
اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر قرآن کے اندر بیان کردیا ہے کہ ﴿تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ
وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْھَا
وَلَهٗ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ﴾ (سورہ نساء ۱۳، ۱۴)

یعنی احکام میراث وارثوں کے حقوق اور حصے خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں
سب اللہ کی قائم کی ہوئی حدیں ہیں... تو جو شخص بھی اس سلسلہ میں اللہ ورسول کے
احکام وفرامین کی نافرمانی ومخالفت کریگا اور اللہ کی مقرر کی ہوئی ان حدوں کو پار کر

جانے کی جسارت کرے گا تو اسے اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ میں ڈھکیل دیگا جس میں
وہ ہمیشہ ہمیش رہنے والا ہوگا اور وہاں اس کے لئے انتہائی ذلت آمیز عذاب ہمیشہ
ہمیش سہنا ہوگا۔

اس کی وجہ مفسرین نے بیان کی ہے کہ چونکہ ایسا کرنا شرک باللہ ہے اس
لئے اس کا انجام اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیش کیلئے جہنم کا دائمی ذلت آمیز عذاب قرار
دیا ہے۔ چنانچہ امام ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ میراث کے سلسلہ میں وارثوں کے
حقوق اور حصوں کا انکار یا اس کی مخالفت اور اللہ و رسول کے احکام کی نافرمانی
شرک ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ کی اس تقسیم پر
راضی نہ ہو اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے اس کے خلاف کرتے ہوئے
حدود اللہ سے تجاوز کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ ہمیش کیلئے جہنم میں داخل کریگا۔

امام کلبی کہتے ہیں کہ جو اس تقسیم کا انکار کرے اور اس پر راضی نہ ہو تو اس
کا حکم کافر کا ہو جاتا ہے اور اگر وہ اس کی تلافی و توبہ کئے بغیر مر جاتا ہے اور اپنی ضد
اور ہٹ دھرمی پر قائم رہتا ہے تو وہ ہمیشہ ہمیش کیلئے جہنم میں رہنے والا
ہوگا۔ (تفسیر الخازن مع تفسیر البغوی ج۱ ص۴۹۵، تفسیر نسفی ج۱ ص۲۱۴)

امام المفسرین امام طبری اپنی تفسیر کے اندر لکھتے ہیں: کہ اگر کوئی شخص یہ
کہتا ہے کہ کیا کوئی شخص تقسیم میراث کے سلسلہ میں اللہ و رسول کے کسی حکم کی
مخالفت کر کے ہمیشہ ہمیش کیلئے جہنم میں رہیگا؟ تو اس کا جواب یہی ہے کہ ہاں وہ

ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیگا۔ جب کہ وہ شخص اللہ و رسول کے احکام کی مخالفت کرے
اور اس بارے میں شک کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی حکم دیا ہے۔ (یا اس
بارے میں شک و شبہ رکھے کہ بہن بیٹیوں کا میراث میں سے کوئی حق اور حصہ ہوتا
ہے) اور اگر وہ جان بوجھ کر اس کی مخالفت کرتا ہے اور اس کا انکار کرتا ہے اور اہل
جاہلیت کا عقیدہ و تصور رکھتا ہے کہ کوئی عورت یا بچہ جس نے نہ تو کچھ کمایا ہے اور نہ
ہی کچھ کما کر دیا ہے اور نہ ہی کاروبار میں ہاتھ بٹایا ہے اور نہ ہی خدمت کی ہے اور
نہ ہی ساتھ دیا ہے تو میراث میں سے اس کا حصہ کیسے لگ سکتا ہے چنانچہ جو شخص
بھی ایسا عقیدہ و تصور اور ایسی سوچ رکھتا ہے اور اسی کے مطابق وہ اللہ و رسول کے
احکام و فرامین کی مخالفت کرتے ہوئے عمل کرتا ہے اور انھیں ان کا حق اور حصہ
نہیں دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر قرآن کے اندر کھلے الفاظ میں بیان
کر دئے ہیں تو ایسے سارے لوگوں کا انجام وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے ان آیات
(جیسے سورہ نساء آیت نمبر۱۴) کے اندر بیان کیا ہے یعنی ہمیشہ ہمیش کیلئے جہنم کا
ذلت آمیز عذاب اور اللہ و رسول کے ان احکام و فرامین کے مخالفت اور وارثوں
کے حقوق اور حصوں کے انکار کی بنا پر وہ کافر ہو جاتا ہے اور ملت اسلامیہ سے
خارج ہو جاتا ہے۔ (خلاصہ تفسیر طبری ج۳ ص۲۹۱)

جو شخص بھی کسی وارث کے حق کا انکار کرتا ہے یا اس کے حق سے اسے
محروم کر دیتا ہے یا محروم رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور رکھتا بھی ہے خواہ اس کی بیٹی ہو

یا بہن یا اس کا اپنا نافرمان بیٹا ہی کیوں نہ ہو اس کے بارے میں بھی اللہ کا یہی حکم ہے اور اللہ کے رسول نے واضح الفاظ میں بیان کیا ہے کہ جو شخص بھی اپنے کسی بھی وارث کے حق و حصہ کو جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے اور جس کا حقدار اسے بنایا ہے، اور اس سے اس کو محروم رکھتا ہے اور اس کو کاٹنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی میراث سے محروم کر دیتا ہے۔ (تفسیر الدار المنثور ج ۲ ص ۴۵۳، ۴۵۴ سنن بیہقی، سنن ابن ماجہ، سنن سعید بن منصور، مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ)۔

کسی وارث کے حق کا انکار یا اسے محروم کرنا اتنا برا کام ہے کہ آدمی کی دنیا تو دنیا آخرت بھی برباد ہو جاتی ہے اور یہ اتنا خطرناک عمل ہے کہ اس سے آدمی کی پوری زندگی کی عبادت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تہجد، تلاوت وغیرہ سب کے سب ضائع و برباد ہو کر رہ جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ کے رسولؐ فرماتے ہیں کہ آدمی پوری پوری زندگی ساٹھ ساٹھ ستر ستر سال تک عبادت و بندگی اور اعمال صالحہ کرتا ہے لیکن اپنے مرنے سے پہلے پہلے وہ ایک ایسا عمل کر لیتا ہے کہ جس کسی وارث کا کسی بھی طریقہ کا نقصان ہو یا ظلم و زیادتی و ناانصافی کے کام کرتا ہے اور ظلم و زیادتی اور ناانصافی پر مبنی وصیت کرتا ہے ایسے شخص پر جہنم واجب ہو جاتی ہے کیونکہ اس کا یہ عمل سب سے بدبختانہ عمل ہوتا ہے جس پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے (رواہ الترمذی وحسن ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ) اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد صحابی رسول حضرت ابوہریرہؓ نے یہی آیت ﴿سورہ نساء/۱۲ تا ۱۴﴾ پڑھی۔

اسی سلسلہ میں امام شوکانی لکھتے ہیں کہ جب محض وصیت کے ذریعہ کسی وارث کو صرف نقصان پہونچانا موجب جہنم عمل ہے بعد اس کے کہ آدمی پوری پوری زندگی عبادت و بندگی اور اعمال صالحہ کر کے اس کا شکار ہو جاتا ہے تو اس سے اندازہ لگانا چاہئے کہ اس کو محروم کرنا کتنا بڑا گناہ ہوگا۔ تو وہی شخص اس کا مرتکب ہوگا۔ جو بدبختی اور شقاوت کا شکار ہو چکا ہو اور حضرت ابوہریرہؓ کا اس حدیث کی تائید میں اس آیت قرآنی کا پڑھنا اس بات کو تقویت پہونچاتا ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے وصیت کے صحیح ہونے کی شرط یہ قرار دی ہے کہ وہ کسی بھی وارث کو نقصان پہونچانے والی نہ ہو۔ لہٰذا جو بھی وصیت اللہ اور رسول کے اس حکم کی مخالفت کر کے کی جائے گی وہ اللہ کی نافرمانی اور گناہ کا کام ہوگا۔ اور وہ باطل و مردود ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بسند صحیح مرفوعاً و موقوفاً دونوں روایت ہے کہ وصیت کے ذریعہ کسی بھی وارث کو نقصان پہونچانا گناہ کبیرہ ہے لہٰذا ایسی کوئی بھی وصیت (یا تحریر) باطل و مردود ہوگی۔ جو وارث کو نقصان پہونچانے یا اس کے حقوق میں کمی کرنے والی ہو۔ اور اس کا کرنے والا گنہگار ہوگا۔ (نیل الاوطار ج ۶ ص ۴۲، ۴۳) جب محض ایک وصیت کہ جس سے کسی وارث کا کسی بھی طریقہ کا نقصان ہو سکتا ہو اس کا انجام جہنم قرار دیا گیا، تو اس سے اندازہ لگانا چاہئے کہ جو شخص کسی وارث کو محروم کرتا ہے تو اس کا انجام ذلت و رسوائی کے ساتھ ہمیشہ

ہمیش کیلئے جہنم کا دائمی عذاب ہوگا، یا نہیں جس کا تذکرہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے (سورہ نساء آیت نمبر۱۴) میں کیا ہے۔

وارثوں کومحروم کرنا اتنا بڑا ظلم ہے کہ ایسا کرنے والے کے متعلق اللہ کے رسول ﷺ نے کہا ہے اگر میں یہ جان گیا ہوتا کہ وہ ایسا کرکے مرا ہے تو میں اس پر جنازہ نہ پڑھنے دیتا اور میں اس کے دفن کئے جاتے وقت وہاں موجود ہوتا تو وہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن بھی نہ ہونے پاتا۔ اس حدیث کو امام مسلم نے اور امام احمد، ابوداوٗد، نسائی وغیرہ نے روایت کیا ہے، مسلم شریف کی روایت میں ہبکہ اللہ کے رسولؐ نے انتہائی سخت بات کہی جب کہ اس سخت بات کی تشریح دوسری روایتوں سے ہوجاتی ہے۔ اس حدیث کے اندر روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص جس کے پاس کل چھ غلام تھے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا مال نہ تھا جس کو اس نے اپنے مرنے سے پہلے پہلے سب کو آزاد کردیا تھا چنانچہ اس کی تجہیز وتکفین کے بعد جب اس کے ورثاء اپنے حصے کا مطالبہ کرنے پہونچے تو ان چھ غلاموں کے علاوہ دوسرا کچھ بھی نہ تھا جن کو اس نے آزاد کردیا تھا تو اللہ کے رسول کو اس کی اس حرکت کے بارے میں بتایا گیا تو آپؐ نے کہا کہ واقعی اس نے ایسا کیا ہے تو لوگوں نے کہا کہ ہاں اس۔نے ایسا ہی کیا ہے تو اس کے بعد اللہ کے رسولؐ نے شدت غضب کی بنا پر مذکورہ بالا بات فرمائی کہ اگر میں پہلے یہ بات جان گیا ہوتا تو اس پر جنازہ نہ پڑھنے دیتا اور نہ وہ مسلمانوں کی قبرستان میں دفن

ہونے پاتا۔ پھر اس کے بعد اللہ کے رسولؐ نے ان چھ غلاموں کو واپس بلوا کر انھیں تین حصوں میں تقسیم کرکے ان میں سے ایک تہائی یعنی دو غلاموں کو بذریعہ قرعہ اندازی آزاد کردیا اور باقی چار کو اس کے وارثوں میں تقسیم کردیا۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ ورسول کے ان احکام کی مخالفت کرتے ہوئے ایسی کسی جرأت کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے دیا جائے۔ اور ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگ وارثوں کے حقوق کی اہمیت اور فرضیت کو سمجھیں اور اسے جاننے اور سیکھنے کی کوشش کریں کیونکہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا ہے کہ ﴿تعلموالفرائض وعلموها الناس﴾ یعنی فرائض، وارثوں کے حقوق اور ان کے حصوں کے بارے میں جانو، سمجھو اور سیکھنے کی کوشش کرو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ بتاؤ کیونکہ میں تو رہوں گا نہیں اور علم بھی باقی نہیں رہیگا اور علم دین میں سب سے پہلا علم جو اٹھا لیا جائے گا اور لوگ اس کو بھلا دیں گے وہ یہی علم فرائض (وارثوں اور ان کے حقوق وحصوں کا علم) ہے اور ایک وقت ایسا بھی آئیگا کہ اگر اپنے وراثتی حصوں کے بارے میں دو آدمی اختلاف کر بیٹھیں گے تو کوئی شخص ایسا نہیں پائیں گے جو ان کے درمیان حق اور انصاف کے مطابق فیصلہ کرا سکے۔ اللہ کے رسولؐ نے علم فرائض کو آدھا علم دین قرار دے رکھا ہے جیسا کہ فرمایا: (تعلموا الفرائض فانها نصف العلم) (تفسیر

الدرالمنثور ج۲ص۴۵۰،حاکم ،بیہقی وغیرہ)۔

وارث اوران کے حقوق اور حصے اوران کی مقدار اللہ تعالیٰ نے خود متعین کی ہے اور آدمی کی میراث اور ترکہ کی تقسیم کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے اور وارثوں کے حصے دیدینے کا واضح طور پر حکم دیا ہے اور نگرانی کر رہا ہے یہی وجہ ہے کہ اس سلسلہ میں کسی شخص کی جانب سے کسی قسم کی مداخلت کا انجام دائمی جہنم کا عذاب قرار دیا ہے چنانچہ فرماتا ہے ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاتُوْ هُمْ نَصِيْبَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا﴾ (سورہ نساء۳۳)

یعنی ہر شخص کے ترکہ و میراث کے وارث اور حصے دار ہم نے بنادئے ہیں خواہ وہ ماں باپ کا ترکہ ہو یا اعزہ واقارب کا یا میاں بیوی کا ترکہ تو اس ترکہ میں سے جس کا جو بھی حصہ بنتا ہو وہ انھیں دیدو اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حاضر گواہ اور نگراں ہوتا ہے۔لہٰذا اس سلسلہ میں بھی وہ تمہارے عمل کی نگرانی کر رہا ہے اور تقسیم میراث کے وقت وہ حاضر وموجود اور اس پر گواہ ہوتا ہے۔لہٰذا اس سلسلہ میں بھی کسی قسم کے غلط تصرف اور عمل کی صورت میں اپنے انجام کے بارے میں خود سوچ لو کہ میرا انجام کیا ہوگا۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ آدمی کا جو بھی وارث بنتا ہے خواہ بیٹا بیٹی،ماں یا باپ،شوہر یا بیوی،بھائی یا بہن وہ اللہ کا مقرر کیا ہوا ہوتا ہے اور اسکا حق اور حصہ

اللہ کا متعین کیا ہوا ہوتا ہے جس کا ادا کیا جانا واجب اور فرض ہوتا ہے لہٰذا جو شخص بھی انکے حقوق اور حصے سے انہیں محروم کرتا ہے وہ اللہ کے فریضے کا انکار کرتا اور اللہ کا باغی قرار پاتا ہے تو ظاہر بات ہیکہ ایسے شخص کا انجام بھی اسی کے مطابق ہونا چاہئے۔

وارثوں کے حقوق اور حصے انکی خدمت،محنت،جدوجہد،فرمانبرداری کمانے ہاتھ بٹانے،ساتھ دینے سے نہیں بنتے ہیں بلکہ کسی کا بیٹی بیٹا،ماں باپ شوہر یا بیوی یا پھر بھائی بہن ہونا ہی اس کو اس کی میراث کا حقدار بنادیتا ہے اب وہ کمائے نہ کمائے اس کا ہاتھ بٹائے یا نہ بٹائے،ساتھ دے یا نہ دے،خدمت کرے یا نہ کرے،بات مانے یا نہ مانے،فرمانبردار ہو یا نہ ہو،بڑا ہو یا چھوٹا اس سے اس کی حصہ داری وحق پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے نہ تو کسی کی فرمانبرداری،خدمت،ہاتھ بٹانے،ساتھ دینے سے کسی کا حق بڑھ سکتا ہے اور نہ ہی کم ہوسکتا ہے اگر ایسا ہوتا تو پھر جاہلیت کا یہی تصور صحیح ہوتا جو اسلام سے پہلے وہ رکھتے تھے یا کرتے تھے اور ہندوؤں کے اندر بھی کرتا (یعنی کمانے،کام کرنے والے وغیرہ) ہی وارث قرار پاتے ہیں چونکہ عورتیں ایسا نہیں کر پاتیں اور نہ ہی ایسا بچے ہی کر سکتے ہیں تو اسی بناء پر انھیں زمانۂ جاہلیت میں میراث کے مال سے دور رکھا جاتا تھا خواہ وہ مرنے والے کا اپنا بیٹا یا بیٹی ہی کیوں نہ ہو۔اور آج بھی یہی تصور پایا جاتا ہے۔

درحقیقت اسلام میں میراث کے بارے میں جو حکم الٰہی نازل ہوا وہ اسی جاہلانہ عقیدہ وتصور کے خاتمہ اور تردید کیلئے نازل ہوا تھا کہ چونکہ عورتیں اور بچے کام نہیں کر سکتے اور نہ ہی کما کر لا سکتے ہیں اور نہ ہی ان سے کوئی فائدہ ہوتا ہے اور نہ وہ کاروبار میں ہاتھ بٹا سکتے ہیں اس لئے میراث میں انکا کوئی حق اور حصہ نہیں بنتا ہے۔ چنانچہ وہ میت کے ان بیٹوں تک میراث سے محروم کر دیا کرتے تھے جو کام کے لائق نہ ہوتے تھے چنانچہ عہد نبوی میں ابتدائی مدنی زندگی کے اندر چند ایک واقعات پیش آئے کہ مرنے والے کے بیٹے بیٹیوں کو محروم کر کے اس کے بھائی بھتیجوں نے اس کا سارا مال لے لیا۔ چنانچہ ایک صحابی حضرت سعد بن ربیع انصاریؓ جب غزوۂ احد (شوال ۳ھ) میں شہید ہو گئے تو ان کے بھائی نے ان کے سارے مال پر قبضہ کر لیا جبکہ حضرت سعدؓ کی ایک بیوی اور دو یا تین بیٹیاں تھیں تو انکی میراث میں سے ان سبھوں کو کچھ بھی نہ دیا چنانچہ وہ سب اللہ کے نبی کے پاس شکایت لیکر آئیں جسکا بروقت جواب نہیں دیا۔

اسی طریقہ سے ایک صحابی حضرت اوس بن ثابت انصاری کا بھی ایسا ہی واقعہ ہوا اور انکی دو یا تین بیٹیاں یا دو بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا جو کم عمر تھا تو حضرت اوس کے بھتیجوں نے انکے سارے مال پر قبضہ کر لیا اور انکی بیوی بچوں کو اس میں سے کچھ بھی نہ دیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ

وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾ (سورۂ نساء/۷)

یعنی جو کچھ والدین اور دوسرے اقرباء (بیٹا بیٹی، شوہر یا بیوی؛ یا پھر بھائی یا بہن) چھوڑ کر مر جائیں تو انکے ترکہ میں سے ہر ایک مرد وعورت (خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے حتیٰ کہ ماں کے پیٹ میں پلنے والے بچے ہی کیوں نہ ہوں) سب کے لئے حصہ مقرر کر دیا گیا ہے خواہ وہ ترکہ کا مال کم ہو یا زیادہ سب میں سے ہر ایک کیلئے حصہ ہے اور یہ حصہ اللہ تعالیٰ کا فرض کیا ہوا ہے جس کا دیا جانا واجب اور فرض ہے۔

لہٰذا جو شخص بھی میت کا وارث بنتا ہو اس کا حق اور حصہ دیا جانا واجب اور فرض ہے خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا، مرد ہو یا عورت، بیٹا ہو یا بیٹی، کمایا ہو یا نہ کمایا، ساتھ دیا ہو یا نہ دیا ہو، ہاتھ بٹایا ہو نہ بٹایا ہو، خدمت کی ہو یا نہ کی ہو، فرمانبردار رہا ہو یا نہ رہا ہو، کما کر دیا ہو نہ دیا ہو، حتیٰ کہ اگر وہ ماں کے پیٹ کے اندر پل رہا ہو تو وہ بھی اسی طریقہ سے برابر کا حقدار ہوگا جس طریقہ سے آدمی کا وہ بیٹا جو پوری زندگی اس کے ساتھ کاروبار کرتا رہا ہو اور ساتھ دیتا رہا ہو اور اس وقت تک آدمی کی میراث تقسیم نہیں ہو سکتی جب تک ماں کے پیٹ میں پل رہا اس کا بچہ (جنین) پیدا نہ ہو جائے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ والدین واقرباء کے ترکہ کے مال میں جس طریقہ سے مردوں کا حق بنتا ہے اسی طریقہ سے عورتوں اور بچوں کا حق بنتا

ہے تو لوگ حیرت و تعجب میں پڑ گئے کہ آخر عورتوں و بچوں کا حصہ میراث میں
کیوں کر ہو سکتا ہے جب کہ نہ تو انھوں نے کچھ کمایا ہے نہ ہی ہاتھ بٹایا ہے اور نہ ہی
ان سے کوئی فائدہ حاصل ہوا ہے۔ چنانچہ لوگوں نے آپس میں طے کیا کہ ایسا
کرتے ہیں کہ ہم سب خاموش ہو جاتے ہیں اور ہم میں سے کوئی اس کے بارے
میں تذکرہ ہی نہ کرے ہو سکتا ہے کہ اللہ کے رسولؐ اس بات کو بھول جائیں یا نہیں
ہوگا تو ہم ان سے کہہ دیں گے تو آپ ﷺ اس حکم کو بدل دیں گے لیکن لوگ
اپنی اس بات پر قائم نہ رہ سکے اور اللہ کے رسول ﷺ سے اس بارے میں سوال
کر بیٹھے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہم باپ کے ترکہ میں سے بیٹی کو جب کہ وہ
ایک ہو آدھا حصہ دیدیں حالانکہ وہ نہ تو سواری کر سکتی ہے اور نہ ہی لڑ بھڑ کر مال
غنیمت حاصل کر سکتی ہے اور بچے کو بھی میراث میں سے حصہ دیں حالانکہ اس سے
کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا اور نہ وہ کسی کام کا ہی ہے، اور لوگ جاہلیت کے
دور میں ایسا ہی کیا کرتے تھے کہ جو لڑ بھڑ سکتا تھا اور مال غنیمت حاصل کر سکتا تھا
(کما سکتا تھا اور کاروبار میں ہاتھ بٹا سکتا تھا کیونکہ لڑنا بھڑنا اور مال غنیمت حاصل
کر کے لانا ہی ان کی تجارت اور ان کا کاروبار تھا) اور وہ صرف بڑوں (گرتا) کو
ہی حصہ دیتے تھے (تفسیر طبری ج ۳ ص ۲۷۵)

اللہ کے رسول ﷺ نے ان آیات و احکام کے نازل ہونے کے بعد
حضرت سعد بن ربیع انصاریؓ کے بھائی کو نیز حضرت اوس بن ثابتؓ کے بھتیجوں کو

بلوایا اور کہا کہ بیویوں کو آٹھواں اور ان کی بیٹیوں کو دو تہائی حصہ دیدو اور جو کچھ
باقی بچتا ہے وہ تم لے لو۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵۹، ۴۶۰، تفسیر الدر المنثور ج ۴
ص ۴۳۸، ۴۳۹، تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۴۱، تفسیر نسفی ج ۱ ص ۲۰۹، تفسیر کشاف ج ۱
ص ۵۰۲، تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۷۰ وغیرہ) نیز (ترمذی نے روایت کر کے اس کو
حسن صحیح قرار دیا ہے، ابوداؤد، ابن ماجہ، دار قطنی وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے)۔

اسلام میں اس پر حکمت مبنی بر انصاف اور بطور حکم اخیر جو کچھ نازل ہوا
اس کے تحت جو سب سے پہلی میراث تقسیم ہوئی وہ حضرت سعد بن ربیع انصاریؓ
کی میراث تھی جس میں ان کی بیوی اور بیٹیوں کو حصہ دیا گیا۔ (تفسیر رازی ج ۵
ص ۲۱۱) نیز دوسری میراث جو تقسیم ہوئی اس میں بھی بیوی اور بیٹیوں کو حصہ دیا گیا
جو حضرت اوس بن ثابت انصاریؓ کی میراث تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس
فرمان کے ذریعہ کہ آدمی کی میراث میں اس کے بیٹے بیٹیوں سب کا یکساں طور پر
حق ہے جو اللہ کا فرض کیا ہوا ہے سابقہ جاہلیت کے نظام وراثت کو منسوخ کرتے
ہوئے بیٹوں کیلئے دوہرا اور بیٹیوں کیلئے اکہرا اور ماں باپ میں سے ہر ایک کیلئے
علاحدہ علاحدہ طور پر چھٹا چھٹا حصہ اور بیوی کیلئے آٹھواں یا چوتھائی اور شوہر کیلئے
چوتھائی یا آدھا حصہ اور باپ بیٹے کے نہ ہونے کی صورت میں بھائی اور بہنوں
کیلئے بھی حصہ مقرر کر دیا جو تا قیامت باقی رہیگا۔ اور جو بھی اس سے انحراف کریگا
اور اللہ کی اس تقسیم کا مقابلہ یا اس کی مخالفت کی جرأت کریگا اس کے لئے اللہ تعالیٰ

نے ہمیشہ ہمیش کیلئے جہنم کا عذاب مقرر کر رکھا ہے۔ کیونکہ ایسا شخص اسلام میں بھی جاہلیت کے طور طریقوں، عقیدہ وتصور، رسم ورواج کو باقی رکھنا چاہتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ (سورہ المائدہ/۵۰) کہ کیا لوگ پھر سے (اسلام کے اندر بھی) جاہلیت کے احکام (رسوم و عادات، طور طریقے، عقائد و تصورات، افکار ونظریات) اپنانا وباقی رکھنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ (ایک مومن اور مسلمان کیلئے) اللہ ورسولؐ کے حکم اور فیصلے سے بہتر کسی کا حکم اور فیصلہ نہیں ہوسکتا ہے (لیکن ایسا وہی شخص محسوس وتسلیم کریگا) جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان و یقین رکھتا ہوگا۔

بخاری شریف کے اندر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے مبغوض انسان وہ ہے جو اسلام میں بھی انھیں طور طریقوں، رسوم و عادات، عقائد و تصورات، افکار ونظریات کا متلاشی ہو اور اپنانا چاہتا ہو اور اس طریقہ پر عمل کرے جس پر زمانہ جاہلیت میں عمل ہوتا رہا ہو۔ (بخاری کتاب الدیات)

لہٰذا ہر وہ عمل ہر وہ عقیدہ وتصور، ہر طور طریقہ، رسم ورواج جو اللہ ورسول کے احکام کے منافی ہو وہ سب جاہلیت کے اعمال ہیں جن کی اسلام میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور جس طریقہ سے مردوں کو میراث میں سے بانٹ کر حصہ دیا جاتا ہے اسی طریقہ سے عورتوں کو بھی دیا جانا واجب اور فرض ہے اور جو لوگ اپنی

بہنوں اور بھائیوں یا بیٹیوں یا کسی دوسرے وارثوں کو جب کہ وہ بحکم الٰہی وارث بنتے ہیں ان کا حق اور حصہ بانٹ کر الگ کر کے ہر اس مال میں سے جو ان کے باپ کی میراث، اولاد کی میراث یا شوہر کی میراث یا بیوی کی میراث یا اگر بطور بھائی بہن وارث ہوتے ہوں تو ان کے بھائی بہن کی میراث میں سے حصہ نہیں دیتے ہیں وہ کھلم کھلا اللہ کے اس فریضہ کا انکار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تقسیم اور اس کے حکم کو چیلنج کرتے ہیں اور وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرتے ہیں اور وہ سارے لوگ اللہ تعالیٰ کے مجرم ہوتے ہیں کیونکہ وارث اور ان کے حقوق اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ اور ان کے حصے اللہ کے فریضے ہیں جس کا وہ انکار اور مخالفت کرتے ہیں۔

ترکہ ومیراث میں ہر وہ مال شامل ہے جو مرنے والے کی اپنی ملکیت اور اس کا ذاتی ہو، منقولہ یا غیر منقولہ جیسے مکان، زمین، جائداد، کاروبار، گھریلو و تجارتی اشیاء استعمالی و غیر استعمالی سامان، سونا، چاندی، نقدی، ذاتی دکانیں، تجارتی مراکز، بینک میں جمع شدہ رقمیں، دوسروں کے پاس موجود اشیاء نقدی، قرضہ جات وغیرہ، دکان کے حاصل شدہ کرایہ جات، ذرائع آمدنی، شیئر وغیرہ غرض ہر وہ چیز جو میت کی اپنی ملکیت کا حصہ ہو وہ سب ترکہ ومیراث میں سے شمار ہوگی حتیٰ کہ وہ آمدنی وذرائع آمدنی جو میت کے مرجانے کے بعد آئے وہ بھی اس میں شامل ہوگی جیسے دیت کی رقم جو مرنے والے کے قتل ہوجانے کی صورت میں

اس کی موت کے بعد حاصل ہوتی ہے اور جب بھی میراث تقسیم کی جائیگی اس وقت کا ہی لحاظ کیا جائیگا کیونکہ وہ مال ترکہ ہوگا جس میں کمی بیشی کا امکان ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے واضح کردیا ہے کہ ﴿مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾ یعنی ترکہ میں ہر وہ چھوٹی بڑی چیز شامل ہوگی۔ اس کا دوسرا مطلب یہ بھی نکلتا ہے کہ وہ کم ہوجائے تب بھی اس میں سے سب کو دینا ہوگا اور زیادہ ہو جائے تب بھی اس میں سب کو دینا ہوگا کیونکہ اس میں سب کیلئے اللہ کا فرض کیا ہوا حصہ ہے۔ لہٰذا جب تک میراث تقسیم نہیں ہوتی ہے تب تک اس میں سب کا حصہ بڑھتا رہیگا اور جسوقت تقسیم ہوگی اس وقت کے حساب سے ہی اس میں سب کا حصہ لگایا جائے گا۔ کیونکہ یہ اللہ کا فرض کیا ہوا حصہ ہے۔

ترکہ ومیراث کے مال کی تحدید کے ضمن میں اس بات کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے جو بہت مفاسد کو جنم دیتی ہے اور لوگوں کے درمیان آپسی چپقلش، نزاع اور بھائی بھائی کے درمیان دوری ونفرت کا باعث ہوتی ہے جو قطع رحم کا بھی باعث ہے اور جس سے فساد فی الارض پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ اولاد کا مال باپ کی ملکیت ومیراث کا حصہ ہوتا ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں امام شوکانیؒ نے (نیل الاوطار ج۶ ص۱۰) پر ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے ﴿اخذ الوالد من مال ولده﴾ جس کا مطلب ہے باپ کا اولاد کے مال میں سے لینا کیسا ہے؟ تو اس سلسلہ میں اللہ کے رسول ﷺ کا یہ واضح حکم ہے کہ (كُلُوا مِنْ

أَمْوَالِهِمْ هَنِيئًا) (رواہ احمد) اس سلسلہ کی دوسری روایت میں ہے کہ (ان اولادكم من كسبكم (رواه الخمسة) اور ایک روایت میں اس کی تحدیدیوں کی گئی ہے (اموالهم لكم اذا احتجيتم اليها) جب کہ ابن ماجہ کی روایت میں (انت ومالك لأبيك) کا لفظ آیا ہے۔

اس سلسلہ میں امام شوکانیؒ لکھتے ہیں: بمجموع هذه الطرق ينتهض للاحتجاج فيدل على ان الرجل مشارك لولده فى ماله فيجوزله الأكل منه سواء اذن الولد أم يأذن و يجوز له ايضا ان يتصرف به كما يتصرف بماله مالم يكن على وجه السرف السفه وقد حكى فى البحر الاجماع على انه يحب على الولد الموسر مؤنة الابوين المعسرين۔ (نیل الوطار ج۶ ص۱۵)

یعنی ان ساری روایات کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ آدمی اپنی اولاد کے مال میں شریک ہوتا ہے لہٰذا اسکا کھانا اپنی اس اولاد کے مال سے جائز وحلال ہے خواہ اس کی وہ اولاد اس بات کی اجازت دے یا نہ دے اور وہ اس میں اپنی ضرورت کے بقدر ویسے ہی تصرف کرنے کا حق رکھتا ہے اور کرسکتا ہے جیسے وہ اپنے مال میں کرتا ہے اگر وہ اس کو بیجا طور پر استعمال نہ کرے اور احمقانہ حرکت نہیں کرتا تو مطلقا اس کو استعمال کرنے کا اسکو حق ہے لیکن اس میں سے بلاوجہ کسی کو دینا، بانٹنا، خرچ کرنا، برباد کرنا وغیرہ ان تصرفات کا اس کو حق، اور

اختیار حاصل نہیں ہے اور نہ ہی ایسا کرنے کی اجازت ہے۔

لیکن سب سے اہم سوال یہ ہے کہ کیا وہ اپنی اولاد کے اس مال کو اپنی ملکیت اور میراث کا حصہ بنا سکتا ہے جیسا کہ حدیث کے الفاظ (انت و مالك لأبيك) سے اشتباہ پیدا ہوتا ہے تو اس سلسلہ میں امام شوکانیؒ لکھتے ہیں کہ:

(قولهٔ انت و مالك لأبيك) قال الامام ابن رسلان اللام للاباحة لا للتمليك فان مال الولد له وزكاته عليه وهو موروث عنه (نیل الاوطار ج۶ ص۱۵)

یعنی حدیث کے الفاظ میں جو یہ مذکور ہیکہ تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کیلئے ہو تو اس میں "لام" جواز کیلئے ہے تملیک کیلئے نہیں ہے یعنی باپ کا اپنی اولاد کے مال سے کھانا اور اپنے ذاتی استعمال میں لانا تو جائز ہے لیکن وہ اسکا مالک اور اس کو اپنی میراث کا حصہ نہیں بنا سکتا کیونکہ وہ مال اس کی اولاد کا ہی ہے جس مال کی زکوٰۃ اس کی اس اولاد پر ہی واجب اور فرض ہے جس کا وہ مال ہے اور وہ اس کے وارثوں کا ہے (جسمیں باپ بھی شامل ہے)۔

یہی بات (فقہ السنہ ۳ ص ۴۷۳) پر بھی مذکور ہے نیز اس میں یہ بھی ہے کہ ائمہ ثلاثہ امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اس بات کے قائل ہیں کہ باپ اپنی اولاد کے مال سے بقدر ضرورت ہی لے سکتا ہے جب کہ امام احمد بن حنبلؒ کا کہنا ہے کہ وہ بلا ضرورت بھی لے سکتا ہے۔

ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اولاد کا ذاتی طور پر کمایا ہوا مال جیسے اس کی اپنی تنخواہ وغیرہ ذاتی کمائی سے بنایا ہوا کاروبار، دکان، مکان وغیرہ اس کی اپنی ملکیت ہوگا۔ جس میں سے باپ کا بقدر ضرورت لینا اور اس کا استعمال کرنا بلا کراہت جائز وحلال ہے البتہ وہ باپ کی ملکیت و میراث کا حصہ نہیں بن سکتا اور نہ ہی اس میں اس کی دوسری اولادوں کا کوئی حق اور حصہ بنتا ہے اگر وہ اس کو اپنی ملکیت میں زبردستی کر بھی لے تو وہ اس کی میراث تقسیم کرتے وقت اس سے الگ کر دیا جائے گا اور اس میں اس کو شامل نہیں کیا جائیگا۔ کیونکہ وہ باپ کی میراث و ترکہ کا حصہ نہیں ہے بلکہ اس اولاد کی ملکیت ہے۔ جو اس کے وارثوں میاں یا بیوی اور اولادوں کا ہے جس میں اس کے ماں باپ بھی شامل ہیں لیکن صرف اس حد تک جو ایک تہائی کی حدود میں آئے جو اس اولاد کی موت کی صورت میں ہی باپ کی میراث وترکہ میں شامل ہو سکے گا۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے ﴿وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ﴾ یعنی جب اولاد کی اولاد ہوں تو اس اولاد کی موت کی صورت میں اس کے ترکہ میں سے ماں کو چھٹا اور باپ کو چھٹا حصہ دیا جائیگا۔ یہ اللہ کا فریضہ اور اس کا واجبی حکم ہے جیسا کہ فرمایا ﴿فريضة من الله﴾ نیز اللہ کی یہ حدود ہیں جیسا کہ فرمایا ﴿تلك حدود الله﴾ یعنی اولاد والدین کے حقوق اور حصے فریضۂ الٰہی ہی اور ان کے تعلق سے احکام وفرامین، واجبات وفریضے، حقوق اور حصے ترکہ ومیراث کے اموال

وغیرہ سب کی سب اللہ کی قائم کی ہوئی حدیں ہیں جنھیں پار کرنا جرم عظیم ہے۔

لہٰذا کوئی اولاد اگر کچھ اپنے طور پر کما لیتی اور بنا لیتی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ تھوڑا بہت نواز دیتا ہے تو اس کو لیکر نہ تو باپ کو اس کی لالچ کرنی چاہئے اور نہ ہی اس کے بھائیوں کو ہی حسد کرنا چاہئے کیونکہ یہ تصرف اللہ کے اس حکم کی صریح نافرمانی ہے جو اس نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کسی کو اگر اللہ تعالیٰ نے کسی پر برتری وفضیلت دے دی ہے تو تم اس کی خواہش و لالچ نہ رکھو کیونکہ یہ تو اس کا مقدر و نصیب تھا جو اسے حاصل ہوا۔ مرد جو کچھ اپنے طور پر کماتا ہے وہ اس کا حصہ ہوتا ہے اور عورتیں جو کچھ بھی کما لیتی ہیں وہ ان کا حصہ بنتا ہے۔ البتہ تم اللہ تعالیٰ سے مانگو وہ اپنے فضل سے تمہیں بھی نواز دیگا بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کے بارے میں بخوبی علم رکھنے والا ہے (سورہ نساء/۳۲)

ترکہ و میراث کے ضمن میں ایک مسئلہ اور بھی الجھاؤ پیدا کرتا ہے وہ یہ کہ کچھ والدین اپنی زندگی میں ہی اپنے کاروبار کو جو ان کا ذاتی و موروثی ہوتا ہے اپنی پیری یا کمزوری کی بنا پر کسی ایک یا کچھ اولاد کے سپرد کر دیتے ہیں اور وہ اولاد اس کاروبار کو سنبھالتی ہے اور وہ کاروبار بڑھتا رہتا ہے اور ان میں سے کوئی اولاد اس سے دور رہتی ہے یا دور رکھی جاتی ہے تو جو اولاد وہ کاروبار سنبھالتی ہے وہ یہ سمجھتی ہے کہ سب کچھ اسی کا ہو گیا کیونکہ وہی کماتا ہے اور وہی کاروبار محنت و مشقت کرتا ہے اور والد بھی یہی سمجھتا ہے تو یہ اسی عقیدہ و تصور کے مطابق ہے جو جاہلیت میں

رائج تھا کہ جو کماتا ہے وہ اس کا ہو جاتا ہے صرف اسی کا حق اور حصہ اس مال اور پھر ترکہ و میراث میں بنتا ہے۔ تو یہ عقیدہ و تصور اسلامی عقیدہ و تصور کے منافی ہے جس کی مخالفت کیلئے ہی یہ نظام ارث نازل کیا گیا ہے تو جو یہ عقیدہ رکھتا ہے وہ اللہ کے اس حکم کے ضمن میں آتا ہے ﴿افحکم الجاھلیة یبغون ؟ ومن احسن من اللہ حکما لقوم یوقنون﴾ (الآیۃ) یعنی لوگ جاہلیت کے احکام و فرامین افکار و نظریات کو اسلام میں اپنانا چاہتے ہیں جب کہ اللہ پر ایمان و یقین رکھنے والوں کیلئے اللہ کے حکم سے بہتر کسی کا حکم نہیں ہو سکتا ہے۔

لہٰذا جو مال کاروبار باپ کا ذاتی و موروثی ہو اس میں کسی کے ساتھ دینے وسنبھال لینے اور محنت و مشقت کرنے سے وہ اس کا ذاتی نہیں بن جائیگا۔ جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں اور اسی کے مطابق کرتے بھی ہیں۔ تو جو مال باپ کا ہے اس میں سے ساری اولادوں و وارثوں کا حصہ باپ کی زندگی میں بھی ہے اور مرنے کے بعد بھی اس میں سے حصہ لگے گا وہ کسی ایک اولاد کا حصہ باپ کی زندگی میں بھی ہے اور مرنے کے بعد بھی اس میں سے حصہ لگے گا وہ کسی ایک اولاد کا ذاتی نہیں ہوگا۔ خواہ وہ کتنا ہی بڑھ جائے کیونکہ یہ اللہ کی حدود کے ضمن میں آتا ہے اور فریضۂ الٰہی ہے جس میں تبدیلی نہیں کی جا سکتی اور کوئی باپ اپنے مال کو اپنی کسی ایک اولاد کو دینے کا حق اور اختیار نہیں رکھتا ہے کیونکہ اس کے سبھی وارثوں کا اس میں حق اور حصہ بنتا ہے جو فریضۂ الٰہی جس میں کسی انسان کو کسی قسم کے تصرف کا

حق واختیار حاصل نہیں ۔ نہ تو باپ کا کل مال کسی ایک اولاد کا ہوسکتا ہے اور نہ ہی کسی اولاد کا مال کل کا کل اس کے باپ کا ہوسکتا ہے ۔ یہ سب اللہ کی قائم کی ہوئی حدیں ہیں جس کا توڑنا جرم عظیم ہے۔

لہٰذا جو کچھ بھی باپ کا ذاتی مال وکاروبار ہو، زمین جائداد، سونا، چاندی، نقد رقم وغیرہ اور جہاں کہیں بھی ہو ان سب میں اس کی ساری اولاد (خواہ بیٹا ہو یا بیٹی، چھوٹا ہو یا بڑا) سب کا حق اور حصہ بنتا ہے جس کو بانٹ کر انھیں دیا جانا واجب اور فرض ہے۔ اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ اللہ کی تقسیم کو خرد برد اور اس کے فریضے میں خیانت کرتے ہیں اور عموماً دیکھا جاتا ہے کہ میت کے بیٹے اپنے لئے مخصوص چیزوں کو منتخب کر لیتے ہیں اور اگر بہن بیٹیوں کو حصہ دینا مجبوری گوارا کر بھی لیتے ہیں تو ایسی چیزیں دیتے ہیں جو ان کے لئے غیر مفید ہوتی ہے مثلاً مین روڈ پر زمین، مکان، دکان، وغیرہ ہو تو اس کو اپنے لئے مخصوص کر لیتے ہیں اور بہن بیٹیوں کو دور دراز کی زمینیں، کھیت، باغ وغیرہ میں سے حصہ دیتے ہیں یہ سراسر بددیانتی اور اللہ کے حکم کی نافرمانی، بغاوت اور سرکشی ہے اور بدنیتی پر مبنی عمل ہے جو صریحی جرم ہے۔

وارثوں کے حقوق اور حصوں کو اللہ تعالیٰ نے ﴿نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾ کہا ہے جس کی تفسیر مفسرین نے ”نصیبا مفروضا مقطوعا واجبا لا بد لهم من ان يحوزوه ولا يستأثر به“ جیسا کہ تفسیر کشاف ج۱ص۵۰۲،

نیز تفسیر بیضاوی میں ہے (نصيبا مقطوعا واجبا لهم و فيه دليل على أن الوارث لو اعرض عن نصيبه لم يسقط حقه)

(تفسیر بیضاوی ج۱ص۶۹)

یعنی وارثوں کے حقوق وحصے اللہ کے فرض کئے ہوئے ہیں جن کا بانٹ کر الگ کیا جانا واجب اور فرض ہے اور کوئی شخص اس کو اپنے لئے مخصوص نہ کرے۔ اسی طریقہ سے کسی کے لئے اپنے حق کو چھوڑنے اور انکار کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے کیونکہ اس کا یہ حق اور حصہ فریضۂ الٰہی ہے۔ جس کا دینا بھی واجب اور فرض ہے اور اس کا لینا بھی واجب اور فرض ہے کیونکہ اس میں اس کے وارثوں کا حق اور حصہ ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر کوئی اپنا حق وراثت اور حصہ لینے سے اعراض ولاپرواہی برتتا ہے یا انکار کرتا ہے تو اس کے انکار اور اعراض سے اس کا حق اور حصہ ختم نہیں ہو جائیگا۔

فرض کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ کسی چیز کو کاٹ کاٹ کر الگ الگ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے اور میراث کو بھی اسی لئے فریضہ یعنی ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا کہا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ﴿نصيبا مفروضا﴾ ہے یہ بات امام ابن حجر عسقلانی نے امام راغب کے حوالے سے (فتح الباری شرح بخاری ج ۱۲ص۵) پر نقل کی ہے۔

امام اخفش کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میراث کے اندر میت کے وارثوں کیلئے حصہ مقرر کر دیا ہے جو ان کے لئے واجب اور مقدر ہے (تفسیر قرطبی ج۲ص۴۴)

آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کی ﴿يوصيكم الله فى اولادكم للذكر مثل حض الانثيين﴾...... اور آیت کے اختتام پر فرماتا ہے ﴿فَرِيضَةً مِّنَ

اللهِ اِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيماً حَكِيماً﴾ (سورہ نساء آیت نمبر ۱۱)

یعنی جو تمہارے بیٹے ہوں ان کے لئے اللہ کی وصیت ہے کہ ۲ حصہ ہوگا بمقابلہ بیٹی کے کیونکہ ایک بیٹی کیلئے ایک حصہ اور ایک بیٹے کیلئے دو بیٹی کے برابر حصہ ہے یہ اللہ کی جانب سے فریضہ ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی حکمتوں اور مصلحتوں کو بہتر طور پر جانتا ہے کیونکہ وہ علیم وحکیم ہے۔

اولاد کا حق اور حصہ ماں باپ کے مال میں یکساں طور پر ہوتا ہے۔ان کی زندگی میں بھی اسی طرح اولاد کا حق اور حصہ ہوتا ہے جس طریقہ سے ان کے مرنے کے بعد کیونکہ اولاد کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ترکہ کی تخصیص نہیں کی ہے بلکہ عام لفظ سے بیان کیا ہے۔(فتح الباری ج ۱۲ص ۷۲)

شیخ رشید رضا مصری اپنی مشہور تفسیر ''المنار'' میں لکھتے ہیں کہ وارثوں کے حقوق، حصے اور ان کی مقدار سب کے سب اللہ کے متعین کئے ہوئے فریضے ہیں جس پر بعینہ عمل کرنا واجب اور فرض ہے جس میں کسی بھی قسم کی نرمی وچھوٹ اور لاپرواہی کی اجازت نہیں ہے لہٰذا تم اس سلسلہ میں کسی بھی طریقے کا ٹال مٹول نہ کرو اور میت کے ترکہ کی تقسیم میں اس طریقہ پر عمل نہ کرو جیسے زمانۂ جاہلیت میں لوگ کرتے تھے کہ طاقتور (کمانے والے) کو دیتے تھے اور عورتوں اور بچوں کو محروم کر دیا کرتے تھے کیونکہ وہ کمزور وضعیف ہوتے تھے بلکہ تم اس طریقہ پر عمل کرو جس طریقہ پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں عمل کرنے کا حکم دیا ہے مردوں، عورتوں اور بچوں سب کو اس میں سے بانٹ کر ان کا حصہ الگ کر کے انھیں دیدو۔اللہ تعالیٰ تمہارے دنیاوی اور دینی مفاد جن چیزوں سے وابستہ ہیں اس کی مصلحتوں کا علم اللہ تعالیٰ کو بہتر طور پر ہے لہٰذا تم اس کے حکم کی تعظیم کرتے ہوئے اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق عمل کرو اور عورتوں اور بچوں کو بھی اس میں سے بانٹ کر

دو اسی میں تمہاری بھلائی ہے اسی سے تمہیں آخرت میں ثواب اور فائدہ ملے گا اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ اس بارے میں جانتا اور سمجھتا ہے لہٰذا تم پر واجب اور فرض ہے کہ وہ جیسے تم سے کرنے کو کہہ رہا ہے ویسے ہی کرو اور جو حدیں اس نے تمہارے لئے قائم کر دی ہیں انھیں حدوں تک اپنے آپ کو روکے رکھو اور اس سے جھنجھلا کر زچ ہو کر کوئی ایسی ویسی حرکت یا وصیت کرنے کی جرأت نہ کرنا جو اس کے حکم کے خلاف ہو خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی اور اگر تم وصیت کرنا چاہ رہے ہو تو صرف بھلے کام، بھلی باتوں کی وصیت اور تلقین کرو۔(یعنی مال کی وصیت کسی وارث کے حق میں نہ کرو) تمہارا کوئی بھی عمل کوئی بھی حرکت کوئی بھی نیت اور ارادہ اللہ سے مخفی نہیں ہوگا خواہ وہ ظاہری ہو یا باطنی اچھی و بری نیت اور ارادوں کو اللہ تعالیٰ خوب اچھی طرح جانتا اور سمجھتا ہے (تفسیر المنار ج ۴ ص ۴۱۹، ۴۲۰)

اللہ تعالیٰ نے اولاد کے سلسلہ میں ﴿یوصیکم اللہ﴾ کا لفظ استعمال کیا ہے جس کی تفسیر مفسرین نے یوصیکم اللہ ،یعهد الله اليكم يأمركم ، یفرض علیکم وغیرہ کیا ہے جس کا معنیٰ ومطلب یہ ہے کہ اپنے رشتوں کو جوڑے رکھو اس بات کا اللہ تعالیٰ تم سے عہد و پیمان لے رہا ہے اور تمہیں حکم دے رہا ہے اور تم پر یہ فرض عائد کر رہا ہے کہ تم اپنے مرنے کے بعد بھی اپنے سے اپنی اولاد کا رشتہ جوڑے رکھو اس کا طریقہ یہی ہے کہ تم ان سب کو حقوق اور حصوں کو پورا پورا دو۔ ای یقول اللہ تعالیٰ لکم قولا یوصلکم الیٰ ایفاء حقوق اولادکم بعد موتکم (تفسیر المنار ج ۴ ص ۴۰۵، تفسیر رازی ج ۵ ص ۲۱۲ وغیرہ) اماقفال کی بھی یہی تفسیر ہے جس کو امام رازی نے نقل کیا ہے۔

تفسیر کشاف میں (یعهد الیکم و یأمرکم) ج ۱ ص ۵۰۵ ہے۔امام زجاج نے (یفرض علیکم) بیان کیا ہے جب کہ امام طبری نے (یعهد اللہ

الیکم) کہا ہے (تفسیر طبری ج ۳ ص ۲۷۵)

امام خازن اور امام بغوی نے اس کی تفسیر (یعھد الیکم و یفرض علیکم فی امر من اولادکم اذامتم) کیا ہے (تفسیر الخازن مع البغوی ج ۱ ص ۴۸۹)

الحاصل وارثوں (بہن بیٹیوں اور بیٹوں) کے حقوق اور حصے فریضۂ الٰہی ہیں جنکا بانٹ کردیا جانا واجب اور فرض ہے جس کا انکار صریحی طور پر شرک اور کفر ہے اور اس میں ٹال مٹول اور آنا کانی کرنا، اٹکل بازیاں، بحث و حجت، تاویل و توجیہ کرنا اور بہانے بازیاں اور حیلے حوالی سب اللہ کے حکم کی صریحی خلاف ورزی اور جرم عظیم ہے جس کی سزا ہمیشہ ہمیش جہنم کی آگ ہوسکتی ہے اور جو لوگ مال کی محبت میں بہن بیٹیوں کو ان کا حق وراثت اور حصہ نہیں دیتے ہیں وہ صریحی طور پر اللہ کے مجرم بن جاتے ہیں اور ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ﴿تَأْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا كَلَّا اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا وَجِآئَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِىْ......﴾ (سورہ الفجر آیت ۱۹ تا ۲۴)

یعنی تم وراثت کا سارا مال ہڑپ کر جانا چاہتے ہو اور اس میں سے عورتوں اور بچوں کو دینا نہیں چاہتے کیونکہ تم مال و دولت سے انتہا درجہ کی محبت کرتے ہو۔ ہرگز نہیں جس وقت کہ زمین کو کوٹ کوٹ کر بالکل پست کر کے برابر کردیا جائیگا اور تمہارا رب خود بخود مع فرشتوں کے جو صف بستہ ہونگے آئیگا اور اس دن جہنم بھی سامنے لے آئی جائیگی تو اس دن آدمی کو پتہ چلے گا اور سب کچھ وہ یاد کریگا اور اس کو عبرت و نصیحت حاصل ہوگی لیکن اس وقت کا عبرت و نصیحت حاصل کرنا

کیا فائدہ دیگا۔ وہ تو بس کف افسوس ملے گا اور ہاتھ ملتا ہی رہ جائیگا اور کہے گا کہ کاش میں نے اپنی اس اخروی زندگی کے لئے بھی کچھ بھیجا ہوتا۔ تو اس دن اللہ کے عذاب جیسا عذاب اور کوئی دوسرا نہیں دے سکے گا اور نہ ہی اس کی قید و بند جیسی کسی کی قید و بند ہوگئی۔ لہٰذا اے وہ نفس مطمئنہ جسکو اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری محبوب ہے وہ اپنے رب کے حکم کی طرف لوٹ آ ہنسی خوشی اور اس کے حکم سے راضی ہوجا اور مان جا میرے (اللہ کے) بندوں میں اپنا شمار کرا لے اور میری بندگی میں داخل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔

(لمّا) کہتے ہیں جس طریقہ سے بھی ہو ہڑپ کر جانا خواہ وہ جائز ہو یا نا جائز صحیح ہو یا غلط سب کو سمیٹ لینا اور جو کوئی حربہ ہو اسکو استعمال میں لا کر ایک دوسرے کے وراثتی حق اور حصہ کو غصب کرلیا جائے اور اللہ ورسول کے احکام کی کوئی پرواہ نہ کی جائے۔ (لما بمعنی جمعا)۔

لہٰذا جو لوگ اپنے کسی بھائی یا کسی بہن کے حق اور حصے کو ہڑپ لینا چاہتے ہیں اور اس کوشش میں ہیں کہ باپ کی میراث کا سارا مال کل کا کل انہیں کا ہوجائے اس کے لئے وہ ہر حربہ استعمال کرتے ہیں وہ ان مذکورہ بالا آیات کے تناظر میں اپنے انجام کے بارے میں خود سے فیصلہ کرلیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ان دھمکیوں اور ڈراوے کو مذاق نہ سمجھیں اور نہ ہی ہنسی مذاق میں ٹالنے کی حماقت کریں کیونکہ جس چیز کو وہ بڑی آسان اور معمولی سمجھ بیٹھے ہیں وہ اتنی معمولی اور آسان نہیں ہے بلکہ وہ انتہائی خطرناک ہے کہ جس کے پیچھے ہمیشہ ہمیش کا ذلت آمیز عذاب جہنم ان کا منتظر ہے جس میں آدمی کی پوری زندگی کی عبادت و بندگی نماز روزہ، ہل۔ ۹ حج زکوٰۃ ، تلاوت و تہجد، صدقہ خیرات سب بہہ جائیگا اور آخرت میں سوائے ذلت و رسوائی کے عذاب اور ہاتھ ملنے اور افسوس کرنے کے

اور کچھ حاصل نہ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿تحسبونهٗ هينًا و هو عندالله عظيم﴾ (الآیۃ)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم جس چیز کو اتنا معمولی اور آسان سمجھتے ہو وہ اللہ کے نزدیک بڑی ہی عظیم اور اہمیت کی حامل ہے۔ لہٰذا جس چیز کو تم معمولی سمجھ کر نظر انداز کر رہے ہو وہ بڑی ہی خطرناک ہے کیونکہ اس کے پیچھے جہنم کا دائمی عذاب تمہارا منتظر ہے ﴿من و رائهٖ جهنم ويسقىٰ من ماء صديد يتجرعهٗ ولايكاد يصيغهٗ و ياتيه الموت من كل مكان وما هو بميت ومن ورائهٖ عذابٌ غليظ﴾ (سورہ ابراہیم ۱۶،۱۷) اس کے پیچھے جہنم ہے جہاں وہ زخموں کا دھون، پیپ پلائے جائیں گے جسے گھونٹ گھونٹ کر کے پئیں گے حالانکہ وہ اسے نگل نہ پا رہے ہوں گے اور انھیں ہر طرف سے موت آتی نظر آ رہی ہوگی جب کہ وہ مرنے والے نہ ہوں گے اور اس کے پیچھے ایک اور سخت قسم کا عذاب ہوگا۔ (اعاذنا الله من ذالك)

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم مسلمانوں کو دین کو صحیح ڈھنگ سے سمجھ کر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنی آخرت کی فکر کر کے اللہ سے اور جہنم کے عذاب سے ڈرنے کی توفیق بخشے (آمین) وما علينا الا البلاغ۔

والله اعلم بالصواب۔ وصلى الله وسلم على نبينا محمد وآله واصحابه ۔

اہل خیر حضرات سے گذارش ہے کہ اس طرح تصنیف و تالیف کے میدان میں تعاون کرتے ہوئے ثواب دارین حاصل کریں۔

﴿عنداللہ ماجور ہوں گے﴾

ابوالکلام سلفی

علیگڈھوا، پچنگواں، سدھارتھ نگر (یوپی)

''تیری عظمت کیا ہوئی''

حیف اے مسلم تری پہلی وہ عظمت کیا ہوئی
کیوں پریشاں حال ہے وہ شان وشوکت کیا ہوئی

کھا رہا ہے ٹھوکریں تو در بدر اغیار کی
تیری خود داری کہاں ہے اور غیرت کیا ہوئی

شرک وبدعت کے لئے تو آہنی دیوار تھا
حیف اب وہ دین وایماں کی حفاظت کیا ہوئی

یاد ہے وہ دن کہ تو غالب اکیلا سو پہ تھا
وہ تیری اب جانسپاری وشجاعت کیا ہوئی

کل ترا ہر فرد تھا شیدائے قرآن وحدیث
آج وہ پابندی احکام وسنت کیا ہوئی

کیا ہوا آپس میں تیرا اتحاد واتفاق
وہ تری غمخواری ومہر ومحبت کیا ہوئی

کیا ہوئیں تبلیغ کے دھن میں تری سرگرمیاں
اب کہاں وہ جوش وایماں وہ حرارت کیا ہوئی

منبر دلسوز بھی ہے ترے غم میں سوگوار
وہ تیری توقیر اے برگشتہ قسمت کیا ہوئی

تصدیقات وتوصیات

مرکزالاغاثة الخیری علی گڑھوا ۔بحمد لله وکفی وعلی عبده الذین اصطفی وبعد: مولانا ابوالکلام صاحب کی دعوت پہ علی گڑھوا ۷ر بجے شام کو پہنچا جہاں ایک تبلیغی اجلاس کا پروگرام تھا مجمع بہت زیادہ تھا اتنے بڑے مجمع کو سنبھالنا ایک دوآدمیوں کے بس کی بات نہیں تھی تاہم اجلاس کی کاروائی صبح تک چلتی رہی۔ ''عورتوں کا میراث میں حق'' کے سلسلہ میں خصوصی توجہ تھی۔علماء کرام نے اس بارہ میں اپنے بیانات پیش کئے۔خدا کرے کہ لوگ اس پرعمل کرنے کی طرف توجہ کریں۔

ابوالعرفان محمد عمر سلفی

۳۰ر اکتوبر ۱۹۹۸ء

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی خیر خلقه محمد وآله واصحابه ومن اهتدی بهدیه الی یوم الدین وبعد: مرکز الاغاثة الخیری علی گڑھوا کی طرف سے اس کے مدیر مولانا ابوالکلام صاحب سلفی حفظہ اللہ نے ۲۹ر اکتوبر ۱۹۹۸ء کو اسلامی میراث کی اہمیت اور شرعی طریقے پر اس کی ادائیگی کی فرضیت پر اجلاس عام کیا تھا جس میں علماء کرام کی خاصی تعداد تھی اور حاضرین وسامین کا جو مجمع تھا وہ اس قدر تھا کہ شاید میں نے ایسا مجمع نہ دیکھا ہو۔طبیعت بہت خوش ہوئی کہ موصوف نے وقت کی اہم ضرورت پر

یہ اجلاس کیا اور ساری تقریروں کا مرکزی نقطہ یہی موضوع تھا مولانا اس کے لئے بڑی جدیت کے ساتھ کوشاں ہیں اللہ تعالی نے موصوف کی کوششیں قبول فرمائے اور انہیں جزائے خیر عطا کرے اور خدا کرے مولانا اپنی اس دینی کوشش میں کامیاب ہوں۔آمین

کاتب سطور

عبدالسلام رحمانی ۲۹/۱۰/۹۸

جامعہ سراج العلوم بونڈھیار

مرکز الاغاثة الخیری کے زیر اہتمام سرحد نیپال سے متصل علی گڑھوا میں ۲۹ر اکتوبر ۹۸ کی شب منعقدہ اجلاس میں شریک ہوا اجلاس کا مرکزی موضوع ''اسلام میں میراث کی اہمیت'' تھا حاضرین وسامعین کی اچھی تعداد دیکھ کر بڑی خوشی حاصل ہوئی۔اجلاس نہایت کامیابی پر اختتام پذیر ہوا۔

اجلاس کے روح رواں مرکز الاغاثة الخیری کے مدیر عزیزم مولانا ابوالکلام صاحب تھے جو مرے جامعہ سراج العلوم السلفیہ کے فیض یافتہ ہیں عزیزم مذکورہ مرکز کے تحت حقوق نسواں کی لڑائی لڑ رہے ہیں اللہ پاک انہیں اخلاص اور مقصد میں کامیابی سے ہمکنار کرے۔فقط والسلام

عبدالرؤف الرحمانی

ناظم جامعہ سراج العلوم جھنڈا نگر (نیپال)

MARKAZI JAMIAT AHL-E-HADEES HIND
AHLE HADEES MANZIL 4116, URDU BAZAR, JAMA MASJID, DELHI-110006

Ref. No. 1010/MJA/06 — Dated 27/5/06

تصدیق

الحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام على رسوله محمد وعلى آله وصحبه أجمعين وبعد:

تصدیق کی جاتی ہے کہ مرکز الاغاثۃ الخیری واقع علیگڑھوا، ضلع سدھارتھ نگر، صوبہ اتر پردیش جماعت اہل حدیث کا ایک دعوتی، تعلیمی ورفاہی ادارہ ہے جس کے زیرنگرانی آزاد پبلک اسکول مقامی سطح پر تعلیمی وتربیتی خدمات انجام دے رہا ہے۔

ادارہ کا کوئی مستقل ذریعۂ آمدنی نہیں ہے اور نہ ہی مقامی حضرات اس کے جملہ اخراجات کے تنہا متحمل ہیں۔ لہٰذا محسنین واہل خیر حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اس ادارہ کا زیادہ سے زیادہ تعاون فرما کر اجر وثواب کے مستحق ہوں۔ وما تقدموا لانفسكم من خير تجدوه عندالله هو خيرا وأعظم أجرا۔

نوٹ: اس تصدیق نامہ کی مدت صرف ایک سال ہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیراندیش

اصغر علی امام مہدی سلفی

ناظم عمومی